بابا فرید کی شاعری میں اسلامی تعلیمات

*ڈاکٹر جاوید حسان چانڈیو

**ریاض حسین سندھڑ

Abstract

Baba Farid (1188-1280) was a great Sufi and founder of Chistiya Order in Punjab. He was the pioneer of Siraiki poetry, preserved in Sikh Sacred Scripture Adi Groanth. Its Shaloks or dohas are recited with great esteem till today. The message of his poetry is related with pure Islamic thought i.e. love of Allah, good deeds, to avoid the damage of worldly pleasures, respect all human beings and to prepare for the life hereafter. His thoughts are related to Holy Quran and Hadiths. This paper is an attempt to explore his poetic text in Islamic perspective.

Keywords: Baba Farid, Islami Sufi poetry, Siraiki doha, Shalok, Medievalliterature, Punjab.

حضرت فرید الدین مسعود گنج شکرؒ (1188ء – 1280ء) کے کلام سے سرائیکی زبان میں صوفیانہ شاعری کا آغاز ہوتا ہے(۱)۔ آپ ملتان کے قریب ایک گاؤں کوٹھے وال میں پیدا ہوئے۔ اکثر تذکرہ نگاروں نے انہیں فاروقی لکھا ہے مگر خان (1989ء) نے اس سے اختلاف کیا ہے(۲) آپ کو شیخ فرید اور بابا فرید (۳) بھی کہا جاتا ہے۔ بابا فرید نے ابتدائی تعلیم ملتان میں حاصل کی اور اس کے بعد دلی جا کر خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے کسبِ فیض کیا اور انہیں اپنا مرشد بنایا۔ خواجہ بختیار کاکیؒ نے بابا فرید کو اپنے مرشد خواجہ معین الدین اجمیریؒ کی خدمت میں بھی پیش کیا اور خواجہ اجمیری نے بھی بابا فرید کی تربیت میں حصہ لیا۔ ظاہری اور باطنی تعلیم و تربیت کی تکمیل کے بعد آپ پہلے ہانسی اور مرشد کے وصال کے بعد اجودھن (پاک پتن) تشریف لائے اور مخلوق خدا کی تعلیم و تربیت میں مشغول ہوئے۔ آپ کے دستِ حق پرست پر علاقے

ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ سرائیکی، اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور

لیکچرار شعبہ سرائیکی، اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور

کے کئی قبائل نے اسلام قبول کیا۔

آنند (1994ء) کے مطابق بابا فرید بہت بڑے عالم اور اعلیٰ درجے کے معلم بھی تھے۔ دور دراز جگہوں کے علماء اور فضلا ان سے دینی مسائل پر گفتگو کرنے کے لئے آتے تھے اور تصورات و افکار کے اس تبادلے سے طمانیتِ قلب حاصل کرتے تھے (۴) "راحت القلوب" میں نظام الدین اولیاء نے لکھا ہے کہ ان کے مرشد بابا فرید نے فرمایا کہ جس پیر کے افعال و اقوال، حرکات و سکنات حدیث و قرآن مجید کے مطابق نہیں وہ اس راہ میں راہزن ہے (۵)۔ خواجہ بدر الدین اسحٰق نے 'اسرار الاولیاء' میں اپنے مرشد کی ایک مجلس کے احوال میں لکھا ہے کہ بابا فرید نے فرمایا کہ کتابِ محبت میں، میں نے بروایت ابو ہریرہ لکھا دیکھا ہے کہ رسول اللہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کی محبت ایک بادشاہ کی مانند ہے جو ہر دل میں قرار نہیں پکڑتا ماسوائے اس دل کے جو اس کے شایانِ شان ہو۔ وہ آسمانی فضا ہے جو درد بھرے دل میں قرار حاصل کرتی ہے (۶)۔

بابا فرید نے 92 برس کی طویل عمر پائی جو عبادت و ریاضت اور زہد و تقویٰ سے بھرپور تھی۔ انہوں نے مخلوقِ خدا کی ہدایت اور تبلیغِ دین کا فریضہ دم آخر تک نبھایا۔ ان کے افکار و خیالات کا اندازہ ان کے ملفوظات سے بخوبی ہوتا ہے۔ ان کا دل حبِ الٰہی، عشقِ رسول اور مخلوقِ خدا کی ہمدردی سے معمور تھا۔ انہوں نے دنیا کی محبت کو اپنے قریب کبھی نہ آنے دیا اور نہ ہی بادشاہوں اور اہلِ دنیا سے راہ و رسم رکھی۔ بابا فرید کی تعلیمات کا ایک اہم حصہ ان کی شاعری میں موجود ہے جو تقریباً آٹھ سو برس سے لوگوں کے دلوں کو روشن کر رہی ہے۔ بابا فرید کے تقریباً 118 شلوک اور 4 شبد سکھوں کی مقدس کتاب آدی گرنتھ میں شامل ہیں جبکہ خان (1989ء) نے آدی گرنتھ سے باہر 83 دوہے بھی تلاش کر کے اس کے ساتھ شامل کیے ہیں (۷)۔ آدی گرنتھ گورو ارجن نے 1604ء میں گورو نانک کی مرتب کردہ بیاض سے تیار کی جس میں مختلف سکھ گوروؤں، سنتوں اور مسلمان صوفی بابا فرید کا کلام شامل ہے۔ بابا فرید کے کلام میں وہ کونسے عناصر تھے جس نے سکھ مذہب کے بانیوں کو اتنا متاثر کیا کہ وہ اس کلام کو مقدس کتاب کا حصہ بنا لیں؟ ہم اس مقالے میں اس کلام کے موضوعات کا جائزہ لیں گے۔

سکھ سٹڈیز کے ماہر شیکل (1978ء) کا نظریہ ہے کہ ابتدائی صوفیانہ ادبی روایت اور جنوب مغربی پنجاب کی زبان (سرائیکی) کا آپس میں ایک خاص تعلق ہے جس کی وضاحت صوفیانہ سرگرمیوں کے ملتان اور اُچ جیسے اہم مراکز کی اس علاقے میں موجودگی سے کی جا سکتی ہے۔ ان کی رائے میں مختلف مذہبی روایات پر

بنی عہد وسطیٰ کے شعری ادب کی خصوصیات کی وضاحت مخصوص علاقوں اوران کی زبانوں کے حوالے سے کی جاسکتی ہے(۸)۔اس حوالے سے سرائیکی زبان اوراس کا علاقہ صوفیانہ شاعری کے لئے موزوں قرار پاتا ہے جس کے بانی بابا فرید تھے۔ویسے تو بابا فرید کواردو(۹)،سندھی اور پنجابی ادبیات میں بھی پہلا شاعر تسلیم کیا جاتا ہے۔آغا سلیم(۱۹۹۰ء) کا کہنا ہے کہ بابا فرید بنیادی طور پر سرائیکی کے شاعر ہیں لیکن انہوں نے سندھی میں بھی شاعری کی ہےاور سندھی شاعری پرانمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔قاضی قادن اور شاہ لطیف کی شاعری پر ان کے اثرات نظر آتے ہیں جنہوں نے بابا فرید کے ددہوں پر ابیات لکھے ہیں (۱۰)۔قریشی(۱۹۹۳ء) کی رائے ہے کہ بابا گرونانک نے بابا فرید کے اسلامی صوفیانہ کلام کواپنے نانک پنتھ کی اساس بنا کر آدی گرنتھ میں مناسب جگہ دی بلکہ گرونانک کے فکری دھارے کی بنیاد بابا فرید ان سے بہت پہلے رکھ چکے تھے(۱۱)۔
آدی گرنتھ میں بابا فرید کے شلوکوں کا مطالعہ کیا جائے تو ان کے یہ پہلو اسلامی فکر کے ساتھ نمایاں ہوتے ہیں

ا۔اللہ سے محبت:

بابا فرید کے ہاں اللہ سے محبت کا اظہار بہت سادہ مگر دل موہ لینے والے انداز میں ملتا ہے ان کے ہاں اللہ، خالق اور رب کے قرآنی الفاظ کے علاوہ فارسی نام خدا اور مقامی زبان میں اللہ سے محبت کے اظہار کے لئے سائیں، دھنی، صاحب، شوہ، کنت جیسے الفاظ بھی ملتے ہیں جو عہد وسطیٰ کے ہندوستان کی دیہی عوام کو اپنے رب کے ساتھ ایک محبت بھرا رشتہ تخلیق کرنے میں مدد دینے کے علاوہ وادئ سندھ کی اسلامی صوفیانہ شاعری میں نئی شعری اصطلاحات کے فروغ کا سبب بھی بنے۔بابا فرید نے رب کے ساتھ میٹھا میٹھا رشتہ تخلیق کرتے ہوئے کہا:''اے فرید!شکر، کھانڈ ،نبات، گڑ،شہد اور بھینسوں کا دودھ یہ سب چیزیں میٹھی ہیں مگر میرے رب کی مٹھاس کو یہ نہیں پہنچ سکتیں۔''

فریدا شکر ، کھنڈ نوات ، گڑ ، ماکھیوں ، ماجھا دُدھ
سبھے وستوں مٹھیاں ، رب نہ پجن تدھ　　(۲۷)

سورۃ ابراہیم میں فرمان ہے کہ:'اور ہم کیوں نہ اللہ پر بھروسہ کریں جبکہ ہماری زندگی کی راہوں میں اس نے ہماری رہنمائی کی ہے۔'(القرآن۔۱۲:۱۴) بابا فرید بھی اللہ پر بھروسہ کرنے والوں کی مثال دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں جنگل کے باسی ان پرندوں کے قربان جاؤں جو کنکر چگتے اور صحراؤں میں رہتے ہیں مگر اپنے رب کی آس نہیں چھوڑتے:

فریدا ہوں بلہاری تنہاں پنکھیاں ، جنگل جنہاں واس
کنکر چگن ، تھل وسن ، رب نہ چھوڑن پاس (۱۰۱)

اپنے عہد کے تیاگ اور جوگ کے پرستاروں سے بابا فرید نے کہا کہ جنگل جنگل درختوں اور کانٹوں پر کیوں پھرتے ہو؟ رب تو تمہارے دل میں بستا ہے اسے جنگل میں کیوں ڈھونڈ تے ہو:

فریدا جنگل جنگل کیا بھویں ، ون کنڈا موڑیں
وسی رب ہیالیے ، جنگل کیا ڈھونڈیں (۱۹)

۲۔عبادت اور رضائے الٰہی کا حصول

بابا فرید کے ہاں دوسرا موضوع اپنے خالق کی عبادت کی طرف مؤثر اور دلنشین انداز میں بلانا ہے اور اپنے رب کی رضا حاصل کرنا ہے ۔ بابا فرید کی تعلیمات کا آغاز خاک اور خاکساری سے ہوتا ہے، وہ بار بار بلاتے ہیں، پکارتے ہیں، آواز دیتے ہیں، اُن لوگوں کو جو رستہ بھول گئے ہیں، اپنے مرکز سے ہٹ گئے ہیں، انہیں رفتگان کی مثالیں دیتے ہیں، ایسی مثالیں جو اچانک نیند سے بیدار کر دیتی ہیں مگر ان آوازں میں کرختگی نہیں بلکہ دھیما پن ہے یہ درویشی کے گیرو رنگ میں رنگی ہوئی آوازیں ہیں ۔فرمان الٰہی ہے کہ:'پس اے محمد ﷺ! جو باتیں یہ لوگ بناتے ہیں ان پر صبر کرو اور اپنے رب کی حمد وثنا کے ساتھ اس کی تسبیح کرو، سورج نکلنے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے اور رات کے اوقات میں بھی تسبیح کرو اور دن کے کناروں پر بھی'(القرآن ۲۰:۱۳۱)۔ بابا فرید بار بار نماز کی تاکید کرتے ہیں اور سختی کے ساتھ کہتے ہیں کہ بے نماز کتا ہے، یہ اچھی عادت نہیں کہ پانچ وقت چل کر مسجد نہیں آتا۔ایک اور شلوک میں کہتے ہیں کہ اے فرید! اٹھ وضو بنا اور صبح کی نماز ادا کر، جو سر مالک کے حضور نہیں جھکتا اسے کاٹ کر پھینک دے:

فریدا بے نمازا کتیا ، ایہہ نہ بھلی ریت
کبھی چل نہ آیا ، پنجے وقت مسیت (۷۰)
اُٹھ فریدا وضو ساج ، صبح نماز گذار
جو سر سائیں نہ نوے ، سو سر کپ اتار (۷۱)

ان کے ہاں رات کے پچھلے پہر کی عبادت کی تاکید ملتی ہے ۔وہ کہتے ہیں کہ اگر تم رات کے پچھلے پہر جاگ کر عبادت نہیں کرتے تو جیتے جی مُردوں کی طرح ہو، تم نے تو رب کو بھلا دیا ہے مگر تمہارا رب تمہیں

بھولنے والا نہیں ایک اور شلوک میں عبادت کے اوقات کو پھل اور پھول سے تشبیہہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ پہلے پہر کی عبادت سے پھول لگتے ہیں اور رات کے پچھلے پہر میں پھل لگتا ہے، جو جاگتے ہیں وہ اپنے مالک سے بہت انعام پاتے ہیں:

فریدا پچھل رات نہ جاگیوں ، جیوندڑو مویوں
جے تیں رب وساریا ، تاں رب نہ وسریوں　　(۱۰۷)
پہلے پہرے پھلڑا ، پھل بھی پچھا رات　　(۱۱۲)
جو جاگن سو لبھن ، سے سائیں کنوں ڈات

۳۔اعمالِ خیر

بابا فرید معاشرے کی تربیتِ نفس کے بنیادی اصولوں پر بات کرتے ہوئے ان کی جلد بازی کو صبر سے تبدیل کرنے کی بات کرتے ہیں دکھاوے کی عبادات پر تنقید کرتے ہیں، غصے پر قابو پانے کی بات کرتے ہیں ۔ یہ تعلیمات قرآن کی روشنی میں دیہاتی لوگوں کو اپنی شاعری کے دھیمے اسلوب میں پہنچاتے ہیں ۔ قرآن مجید میں کئی مقامات پر صبر سے کام لینے کا حکم دیا گیا ہے ارشاد ربانی ہے: 'اور صبر کر، اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر کبھی ضائع نہیں کرتا' (القرآن ۱۱:۱۱۵)۔ بابا فرید کہتے ہیں کہ صابر لوگ صبر کے اندر اپنے جسم کے ساتھ یوں گذار دیتے ہیں کہ وہ خدا کے نزدیک ہو جاتے ہیں اور ان کے راز کا کسی کو علم نہیں ہو پاتا۔ ایک اور شلوک میں کہتے ہیں کہ اے انسان! اگر تو اپنا اندر مضبوط کر لے تو صبر خوشحالی لائے گا اور تو بڑھ کر دریا بن جائے گا، ٹوٹ کر چھوٹی نہر نہ بن جانا:

صبر اندر صابری ، تن اینویں جالیں
ہون نجیک خداءِ دے ، بھیت نہ کسے دین　　(۱۱۶)
صبر اے سُآئو ، جے توں بندہ دڑ کریں
ودھ تھیویں دریاءُ ، ٹُرٹ نہ تھیویں واہڑا　　(۱۱۷)

بابا فرید نصیحت کرتے ہیں کہ: برے کا بھلا کر اور اپنے من میں غصہ نہ پال، اس سے تیرے جسم کو روگ نہیں لگے گا اور سب کچھ تیرا ہو جائے گا:

فریدا برے دا بھلا کر ، غصہ من نہ ہنڈھاءِ

دیہی روگ نہ لگ ای ، پلے سبھ کجھ پاءِ　(۷۸)

دکھاوے کی عبادات، منافقت اور نام نہاد درویشی پر بابا فرید کھل کر تنقید کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے فرید! تیرے کاندھے پر مصلّٰی ہے، گلے میں صوف کے کپڑے پہنے ہے، تیرے دل میں چھری ہے اور باتوں میں گڑ کی مٹھاس ہے۔ باہر تو چاندنی نظر آ رہی ہے اور دل میں اندھیری رات ہے۔ ایک اور شلوک میں کہتے ہیں کہ میں نے درویشوں کی طرح کالے کپڑے اور لباس پہنا ہوا ہے مگر میں گناہوں سے بھرا ہوا ہوں اور لوگ مجھے درویش کہتے ہیں:

فریدا کنھ مصلا ، صوف گل ، دل کاتی ، گڑ وات

باہر دِسے چاننا ، دل اندھیاری رات　(۵۰)

فریدا کالے میڈے کپڑے کالا میڈا ویس

گناہیں بھریا میں پھراں ، لوک کہے درویش　(۶۱)

۴۔ دارالعمل

بابا فرید کی تعلیمات میں دنیا دارالعمل ہے۔ ارشادِ ربانی ہے کہ: 'ہر شخص کا درجہ اس کے عمل کے لحاظ سے ہے اور تمہارا رب لوگوں کے اعمال سے بے خبر نہیں ہے' (القرآن ۶:۱۳۲)۔ یہاں غفلت کی گنجائش نہیں ہے جو بیجو گے سو کاٹو گے۔ ان کا کہنا ہے کہ کسان ببول کے کانٹے بیج کر ان میں سے انگور کھانا چاہتا ہے اور بھیڑ کی اون سے ریشم بنانا چاہتا ہے تو یہ ممکن نہیں ہے:

فریدا لوڑے داکھ بجوڑیاں ، ککر بیجے جٹ

ہنڈھے اُن کتایندا ، پیدھا لوڑے پٹ　(۲۳)

ایک اور شلوک میں کہتے ہیں کہ ریشم کے لباس کو پھاڑ کر دھجیاں کر دو اور درویشوں کی کمبلی پہن لو، تمہیں وہی لباس پہننا چاہئے جس کے ذریعے محبوب سے ملاقات ہو:

فریدا پاڑ پٹولا دھج کریں ، کمبلڑی پہریو

جنھیں ویسیں شوہ ملے ، سئی ویس کریو　(۱۰۳)

ان کا کہنا ہے کہ زندگی کے چار دن تم نے چل پھر کر اور چار دن سو کر گزار دیئے مگر رب نے تم سے حساب لینا ہے کہ تم اس دنیا میں کس کام سے آئے تھے؟

فریدا چار گنوایاں ہنڈھ کے ، چار گنوایاں سم
لیکھا رب منگیسیا ، توں آیوں کیہڑے کم　　(۳۸)

۵۔حُبِ دنیا سے پرہیز

ارشادِ ربانی ہے کہ'اور صرف تیرے رب کی جلیل وکریم ذات ہی باقی رہنے والی ہے۔ ہر چیز جو اس زمین پر ہے فنا ہو جانے والی ہے'(الرحمٰن ۔۲۷،۲۶:۵۵)۔ یہ موضوع بابا فرید کی شاعری کے بڑے حصے پر پھیلا ہوا ہے۔ بابا فرید کے نزدیک دنیا ایک سہانا باغ ہے جہاں پرندے مہمانوں کی طرح آئے ہیں اور صبح دم نوبت بجتے ہی کوچ کی تیاری کرلو۔ ایک اور شلوک میں کہتے ہیں کہ کئی پرندے آئے اور چلے گئے جنھوں نے تالابوں پر بسیرا کیا تھا، بالآخر یہ بھرا ہوا تالاب بھی چلا جائے گا اور اکیلا کنول کھلا رہے گا۔

فریدا پنکھ پروہنے ، دنی سباوا باگ
نوبت وجی صبح سیوں ، چلن کا کر ساج　　(۷۹)
چل چل گئیاں پنکھیاں ، جنہیں وسا ئے تل
فریدا سر بھریا بھی چلسی ، تھکے کنول اکل　　(۲۶)

وادیٔ سندھ کے جغرافیائی پس منظر میں سے بابا فرید دریاؤں کا ذکر کرتے ہیں، دریا اُن کے ہاں بہتے ہوئے وقت کے ساتھ ساتھ ابدیت کی علامت ہے، وہ ندی، دریا، کٹاؤ، درخت، کشتی، ملاح بھنور، بگلے ،ہنس جیسے الفاظ کے ذریعے سرائیکی وسیب کی دریائی علامتوں میں سے فنا کی گفتگو کرتے ہیں۔ اُن کے ہاں موت دریا کے کٹاؤ کی طرح ہے جو اپنے کنارے کھا جاتا ہے، ان کناروں پر کوئی درخت یا آبادی ہو وہ کٹاؤ کی زد سے محفوظ نہیں رہتی۔ سرائیکی زبان میں اسے 'ڈھا لگنا' کہتے ہیں۔ اگر دریا کے اندر کشتی تیر رہی ہے تو اُسے بھنور اور گرداب لپیٹ سکتے ہیں مگر ملاح کو خبردار اور ہوشیار رہنا ضروری ہے۔ دن ہو یا رات، ملاح کو کشتی کھینے کے لئے اپنی آنکھیں اور بازو تیار رکھنے ہوں گے ورنہ وہ فنا کے گھاٹ اتر جائے گا:

فریدا ڈکھاں سیتی ڈینہہ گیا ، سولاں سیتی رات
کھڑا پکارے پاتنی ، بیڑا کپر وات　　(۸۵)
فریدا موتِ دا بناں اینویں ڈسے جیوں دریاوے ڈھاہا
اگے دوزخ تپیا ، سنیا ہول پوے کہاہا　　(۹۸)

یہ درویشانہ صوفیانہ اور شاعرانہ بیان صرف قبروں کی تصویریں بنانے کے لئے ہی نہیں بلکہ فطرت کے رنگوں اور موسموں کو بھی اپنے اصلاحی مقاصد کے لئے استعمال کرتا ہے۔خزاں کی رُت آتی ہے تو درخت کانپتے ہیں، پتے جھڑتے ہیں اور جھڑ کر خاک ہو جاتے ہیں۔ چاروں اور ڈھونڈنے کے بعد بھی بابا فرید کو کہیں ہمیشہ رہنے کی مثال نہیں ملتی۔

فریدا رُت پھری ، دن کنبیا ، پت جھڑے ، جھڑ پاؤ

چارے کنڈاں ڈھونڈھیاں ، رہن کتھاؤں ناؤ (۱۰۲)

بھلا یہ ہر شے فنا کی طرف لے جاتی کیوں محسوس ہوتی ہے؟ اُن کے عہد میں سیاسی اور سماجی بے ترتیبی، انتشار یا منگولوں کے حملوں کے سبب قتل و غارت گری اور انسانی جان کی ارزانی نے انہیں یہ نیستی کا شاعرانہ مزاج دیا یا کوئی اور وجہ بھی ہو سکتی ہے؟ میرے خیال میں یہ تمام اشعار کہیں اونچ نیچ اور چھوٹے بڑے کی طبقاتی تقسیم کے خلاف زیادہ واضح احتجاج کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ان اشعار میں موت،تلواروں کی جھنکار اور گھوڑوں کی ٹاپوں سے پھوٹنے کے بجائے ہولے ہولے زمین برد ہوتے محلات ، عمارتوں، مکانوں اور جوانی سے بڑھاپے اور بڑھاپے سے موت کی طرف بڑھتے ہوئے انسانوں سے جنم لیتی ہے۔ جی ہاں! اس شاعری میں موت کا جنم، جوانی، طاقت، دولت اور جاہ وحشم سے ہوتا ہے۔اور موت ان بیماریوں کا علاج بن کر آتی ہے اور اُسی قبر میں چھتر اور ڈھول باجوں والے کو بھی لے آتی ہے جس میں کوئی یتیم دفن ہوتا ہے۔موت کوئی دہشتناک تصور نہیں بلکہ یہ تو رب کی کھجوروں کی طرح ہے جو پک گئی ہیں، یہ تو شہد کی نہروں کی طرح ہے جو کناروں تک بھر گئی ہیں:

فریدا رب کھجوریں پکیاں ، ماکھیاں نئیں وہن

جو جو ونجن ڈیہڑا ، سو عمر ہتھ پون (۸۹)

قبر تو غریب نمانی ہے، پیار کرنے والی ہے، بے گھروں کا گھر اور سہارا ہے اور اللہ سے پیار کرنے والوں کے لئے مرنے سے خوف کی کوئی بات نہیں ہے یہ تو سر کی چھت ہے:

فریدا گور نمانی سڈ کرے ، نگھر یا گھر آ ،

سر پر میں تھی آونا ، مرنوں نہ ڈر یاہُ (۹۳)

موت ان کے لئے تو خوفناک ہو سکتی ہے جن کے گھروں میں آٹے کے ڈھیر ہیں مگر ان کے لئے

نہیں جن کے گھر میں نمک تک نہیں، ان کے لئے تو موت برابری کا ذریعہ ہے:

فریدا انکہاں آٹا اگلا ، انکہاں ناہیں لون

اگے گئے سنجاپسن ، چوٹاں کھاسی کون (۴۴)

کنت، ڈھولا، صاحب، سائیں، شوہ، وہ علامتیں ہیں جو بابا فرید کے کلام میں ایک سادہ اور دیہاتی انسان اور خدا کے درمیان ایک قابلِ اعتماد اور قابلِ تفہیم رشتہ تخلیق کرنے کا فریضہ انجام دیتی ہیں۔ جسے اُن کے بعد آنے والے شاعروں، بالخصوص صوفیاء نے اپنایا۔ یہ مذہب کو کتابوں کے بجائے لوگوں کے سونے جاگنے، چلنے پھرنے اور دکھ سکھ کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی صوفیانہ شعری تحریک تھی جس کے سرخیل بابا فرید تھے۔

آخری بات جو بابا فرید کا کام پڑھتے ہوئے میں نے پائی، وہ وصال کی بات ہے، اللہ کی بنائی ہوئی اس پوری کائنات میں اسی کے رنگ پھیلے ہوئے ہیں اور ہر تبدیلی ہر تغیر اسی ذات کے حکم سے ہو رہی ہے۔ کوئی موسم مستقل نہیں، کوئی فراق ہمیشہ رہنے والا نہیں، کاتک کے مہینے میں کونجیں آتی ہیں چیت کے مہینے میں جنگل پھولوں کی آگ سے دہکنے لگتا ہے، ساون میں بجلیاں لسکتی ہیں اور سرما کا موسم وہ موسم ہے جب پریتم کے گلے میں بانہیں بھلی لگتی ہیں:

کاتک کونجاں ، چیت ڈوَں ، ساون بجلیاں

سیالے سوہندیاں ، پر گل بانہڑیاں (راگ آسا-۶)

حوالہ جات

۱۔ ناصر، نصر اللہ خان، سرائیکی شاعری دا ارتقاء، سرائیکی ادبی بورڈ، ملتان، ۲۰۰۷ء، ص ص ۹۰ ۔ ۱۸۹

۲۔ خان، محمد آصف، آکھیا بابا فرید نے، پاکستان پنجابی ادبی بورڈ، لاہور، تیجی واری ۱۹۸۹ء، ص ص ۴۰۔۴۴

۳۔ محمد حسین، پیر، گلزارِ فریدی، شیخ الٰہی بخش جلال الدین اینڈ سنز، لاہور، ۱۳۰۱ھ، ص ۳۰

۴۔ آنند، بلونت سنگھ، بابا فرید، فیمس بکس، لاہور، ۱۹۹۴ء، ص ۳۶

۵۔ صابری، عنصر (مترجم)، ہشت بہشت، پروگریسو بکس، لاہور، ۱۹۹۶ء ص ۲۲۳

۶۔ ایضاً، ص ۳۶۷

۷۔ آگے بابا فرید کی شاعری کے حوالے اسی مجموعے (خان: ۱۹۸۹ء) سے دیئے جائیں گے۔

۸۔ شیکل، کرسٹوفر، اپروچز ٹو دی پرشیئن لون ان دی آندی گرنتھ، بلیٹن آف SOAS لندن جلد ۴۱ شمارہ ۱ ۱۹۷۸۔

۹۔ شیرانی، حافظ محمود، پنجاب میں اردو، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۸ء، ص ۲۷

۱۰۔ سلیم، آغا، بابا فرید گنج شکر جادوہا، انسٹی ٹیوٹ آف سندھالاجی، جامشورو، ۱۹۹۰ء، ص ص ۲۶،۲۷، ۱۳۰

۱۱۔ قریشی، عبد الغفور، پنجابی ادب دی کہانی، پاکستان پنجابی ادبی بورڈ، لاہور، تیجی واری ۱۹۹۳ء، ص ۱۲۴

۱۲۔ قرآنی آیات کے تراجم سید ابوالاعلیٰ مودودی کے ترجمۂ قرآن میں سے بذریعہ ویب سائٹ لیے گئے ہیں۔